ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

پروفیسر غلام نظام الدین کی غزل گوئی

1۔ڈاکٹر محمد نعیم گھمن
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ شالیمار گریجویٹ کالج باغبان پورہ لاہور
2۔محمد عمران (عمران اشرف جھنڈیر)
پی ایچ۔ڈی اردو سکالر
انچارج شعبہ اردو، یونیورسٹی آف لیہ، کچہری روڈ لیہ
3۔محمد ذوالقرنین جواد
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
4۔ صائمہ حنیف
پی ایچ۔ڈی سکالر، NCBA&E Bahawalpur

Abstract :

Sahibzada Ghulam Nizamuddin used to write poetry in both Urdu and Persian. He was associated with Khanqah Moazzamabad. He linked his poetic tradition with classicism and remained deeply immersed in the sea of love throughout his life. His poetry is a candid expression of his feelings and emotions. Instead of concealing his Love, he proudly acknowledges it. This is the quality of his poetry that distinguishes him from others. Though traditional themes are seen in his poetry but he presents them in a very captivating style. Sahibzada Nazimuddin's ghazal poetry is a true reflection of love, ecstasy, and his inner anguish and turmoil. His poetry shows the influence of Delhi's Dabistan. Nevertheless, Sahibzada Ghulam Nizamuddin is a prominent lyric poet of his tim but his poetry is also bound by the conventions of tradition.

Keywords : Sahibzada Ghulam Nizamuddin, Dabistan, turmoil, classicism, prominent lyric, conventions of tradition.

خواجہ غلام نظام الدین معظمی خانقاہ معظم آباد کے پہلے باضابطہ اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ جنہوں نے اپنی شاعری سے خانقاہ معظم آباد کی درخشندہ روایات میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ان کی شاعری پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ چشتی خانقاہوں کا درد و سوز سمٹ کر خواجہ غلام نظام الدین کے سینے میں جمع ہوا اور انہوں اس درد و سوز کو الفاظ کا پیرہن پہنا دیا۔خواجہ غلام نظام الدین معظمی نے نہ صرف اپنے بزرگوں کے شعری ذوق کی پاسداری کی بلکہ انہوں نے خانقاہ معظم آباد کو شعر و سخن کا دبستان بنا دیا۔خواجہ غلام نظام الدین معظمی کی اردو شاعری بھی اپنی مثال آپ ہے۔آپ کی اردو شاعری میں استاد شعراء کا رنگ جھلکتا ہے۔ان کی شاعری سکہ بند روایات میں بندھی نظر آتی ہے۔وہ اپنے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بزرگوں کی ادبی و علمی میراث کے حقیقی جانشین بنے۔ان کی شاعری میں ان کی ذاتی زندگی کا بڑا عکس نظر آتا ہے۔ان کو اس بات سے کوئی غرض نہ تھی کہ ان کا حلیہ ،عادات واطوار دیکھ کر کوئی ان پر قدامت پسند ہونے کا الزام لگادے۔وہ اس بات پہ نازاں اور شاداں رہتے تھے کہ ان کی زندگی قدامت پسندی کا مرقع ہے۔ان کی یہی اداان کی شاعری کا حقیقی حسن بن گئی جب انہوں نے اپنی شاعری میں کلاسیکل روایات کو پورے اہتمام کے ساتھ نبھایا تو ان کی شاعری تاریخ و روایت سے جڑ گئی ۔ان کے اشعار میں اک دھیما سا مدہوش کر دینے والا انداز ہے۔محبوب کا دیدار اور اس سے ملاقات کی حسرت غزل گوئی کی روایت ہے۔محبوب سے جدا ہونے کا دکھ اچھوتے انداز میں بیان کرنا انہی کا ہی خاصا ہے:

وقت وداع یار مجال سخن نہ تھی
اک اشک میں سمٹ گئیں دل کی حکائیتیں
سویرے سویرے تجھ کو دیکھ لینا
ہزاروں برس کی عبادت سے بہتر(1)

انہوں نے اپنی غزل گوئی کو بلبل کے ترانوں سے تشبیہ دی ہے۔بلبل ہماری کلاسیکی شاعری کی اہم علامت ہے۔اس کو ہمیشہ عاشق سے تشبیہ دی جاتی ہے۔خواجہ نظام الدین نے اسی روایت کو منفرد انداز میں نبھایا ہے:

بلبل کے چہچہے ہوں کہ شاعر کے زمزمے
اسلوب مختلف سہی افسانہ ایک ہے(2)

انہوں نے میکدہ کی کلاسیکی روایت کو بھی زندہ کیا ہے۔انہوں نے میکدہ اور شراب کے جام کی بات روایتی انداز میں ہی پیش کی ہے۔ان کا طرز فکر اور موضوعات غزل گوئی کے اساتذہ کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔اردو غزل گوئی میں میکدہ، جام اور شراب کا ذکر کلاسیکی روایت تھی۔اسی روایت کے سائے میں پروفیسر نظام الدین نے بھی غزل گوئی کو تازگی بخشی۔اپنے اشعار میں انہوں نے آل محمد ﷺ سے بھی گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے:

قسم ہے ستاروں سے بڑھ کر ہے پیاری
علی شیر یزداں کی اولاد مجھ کو(3)

محبت ایک لطیف وارادت قلبی ہے اور اس سے ان کی گہری شناسائی تھی۔وہ محبت کے معاملات کو بیان کرنے کا بڑا سلیقہ جانتے ہیں۔یہی سلیقہ ان کی شاعری کا حسن بن جاتا ہے۔وہ اپنے اشعار میں محبت کی باریک سی نزاکت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا دم بخود رہ جاتا ہے۔انہوں نے محبت کی صدیوں سے موجود روایت کو ہی اپنا موضوع بنایا ہے۔وہ محبت کی راہوں میں بھی ماضی کی نرگسیت کا شکار ہیں۔انہوں نے خود لکھا ہے یہ محبت کے اقوال جو ہمارے بزرگ کہہ گئے "میں ان میں کوئی اضافہ نہیں کر رہا بلکہ انہی کو انداز بدل کر دہرا رہا ہوں"۔

اگلوں نے بھی دہرائے ہیں اقوال محبت
میں نے بھی وہی بات کہی لہجہ بدل کے
وہ ہمارا قبیلہ زاد نہیں
زخم کھا کہ جو مسکرا نہ سکے
میرا مسلک، مسلک دار و رسن
میرا مذہب، مذہب عشاق ہے(4)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

خواجہ غلام نظام الدین اپنے باطن کی طرح ظاہری طور پر بھی سچائی کے قائل تھے۔ان کا اپنے اک طالب علم وزیر کے ساتھ محبت کا رشتہ تھا۔ان کی اپنے طالب علم وزیر سے محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔انہوں نے بھی مجازی عشق کو حقیقی عشق کے لیے سیڑھی بنایا۔انہوں نے ساری زندگی اپنے طالب علم وزیر سے شدید محبت کی۔جس کا اظہار ان کے اشعار میں بھی نظر آتا ہے۔انہوں نے گورنمنٹ کالج بھلوال سے نکلنے والے ادبی مجلے کو بھی وزیر کے نام منسوب کر دیا تھا۔جس پر پرنسپل نے ناراضگی کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تبدیل تو نہیں ہو سکتا مگر میں اس مجلے پر اٹھنے والے اخراجات دینے کو تیار ہوں۔وزیر نے بھی ساری عمر اپنے استاد محترم سے وفا کی۔خواجہ غلام نظام الدین کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ڈاکٹر معین نظامی سے خصوصی درخواست کر کے خواجہ غلام نظام الدین کے جوتے لے کر واپس گیا۔یہ محبت کی وہ داستاں ہے کہ جس کو ہر دور میں لوگوں نے چھپانے کی کوشش کی مگر خواجہ غلام نظام الدین اپنے عشق و محبت کا برملا اظہار کرتے تھے۔یہ جرات رانداز وہی کر سکتا ہے جس کا باطن پاک ہو۔ان کے اس جذبے کو ان کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے:

اتنا لکھا ہے پیار سے تو نے جو مجھ کو خط
جی چاہتا ہے بڑھ کے تیرا ہاتھ چوم لوں
اک زخم دل تھا عہد محبت کی یادگار
اس کو بھرے ہوئے بھی زمانہ گزر گیا(5)

ان کی پسندیدہ صنف غزل ہی ہے۔ان کا رنگ تغزل اپنے ماضی کے پرتو لیے ہوئے ہے۔ان کی غزل گوئی کلاسیکی روایت سے حقیقی معنوں میں جڑی نظر آتی ہے۔انہوں نے ماضی کی روایت کے ساتھ سہل ممتنع کو بھی اپنی شاعری کی پہچان بنایا ہے۔گلستان عشق کی سیر کرتے ہوئے آپ نے اپنے جذبات کو پاکیزگی اور لطافت سے بھرے ہوئے اشعار کی صورت میں پیش کیا ہے۔ان کی غزل گوئی سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے:

کوئی تیرا نظیر کب ہو گا
بلکہ عشر عشیر کب ہو گا
اور بھی لوگ ہوں گے دنیا میں
ہم سا کوئی فقیر کب ہو گا
دل سے ہر مسئلے کا حل پوچھو
دل سے بڑھ کر مشیر کب ہو گا
دلربا سب ہی خوب ہیں لیکن
ان میں کوئی وزیر کب ہو گا(6)

عشق و محبت کا بیان اور اس کے محرکات کی نشاندہی بڑی باریک بینی کی متقاضی ہوتی ہے۔انہوں نے اپنی غزلوں میں اسی باریک بینی اور معاملات عشق کو بڑے ہی پر کیف انداز میں بیان کیا ہے۔انہوں نے سادگی، سلاست کے ساتھ غزل کے فنی لوازمات کو بھی دھیان میں رکھا ہے۔انہوں نے اپنی غزلوں میں محبوب کو باغ کے مختلف گلوں اور غنچوں سے تشبیہ دی ہے۔اپنے تمام دکھوں کا علاج محبوب کی ذات کو قرار دیا ہے۔ان کے شعری مجموعے "شاخ گل" کی شاعری میں یہی رنگ ہر سو نظر آتا ہے:

یہ سچ ہے دوست کہ مقصود زندگی ہو تم
نفس نفس میں جو شامل ہے وہ خوشی ہو تم
مرے کریم، دو عالم سے قیمتی ہو تم
قرار جان ہو تم، مرکز خیال ہو تم

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بہار حسن ہو تم، جنت نظیر ہو تم
شمیم غنچہ ہو تم گل کی تازگی ہو تم
علاج زخم ہو تم، زخم جاں گسل ہو تم
جگر کا درد ہو تم، دل کی بے کلی ہو تم
خدا تو خیر، محبت کا بے ریا سجدہ روا ہے
جس کے لیے بس وہ آدمی ہو تم(7)

"شاخ گل" کی بعد کی شاعری میں بھی ان کا وہی رنگ ہے۔ وہ اپنے محبوب کی ذات میں اپنے آپ کو گم کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں انا کا تصادم نظر نہیں آتا۔ وہ تو کوچہ محبوب پر اپنی جان فدا کرنے کو ہی مکمل عشق گردانتے ہیں۔ ان کی شاعری میں مخصوص قسم کا ٹھہراؤ بھی پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری اک جھیل کی مانند ہے۔ اس میں ہر سو پانی ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے۔ جب کبھی محبوب کی یاد کا کوئی پتھر اس میں گرتا ہے تو اس میں ہلکا سا ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ وہ ارتعاش کسی انا کو جنم نہیں دیتا بلکہ ہلکی سی لہر بن کر محبوب کے قدموں سے جا لپٹتا ہے:

گرد و غبار بن کے بھی ترے پاؤں چھو سکوں
میرا حوصلہ نہیں، میرا یہ مرتبہ نہیں
تیرے خیال میں یہاں اصل ہے سب کے روبہ رو
میرے خیال میں یہاں عکس کے ماسوا نہیں(8)

وہ اپنی شاعری میں خانقاہی نظام میں رائج ہونے والی خامیوں کا بھی اپنی شاعری میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ ان کی شاعری کا حسن ہے کہ انہوں نے اپنے گرد پائے جانے والی خامیوں کی نشاندہی اپنے اشعار میں کی ہے۔ انہوں نے سجادگان کی مادیت پرستی اور مال و دولت کی حرص پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ یہ اک حقیقت ہے خانقاہ تو درس ہی بے نیازی کا دیتی ہے اگر اس کی زمام سنبھالنے والے خود ہی مال و دولت کے بھنور میں پھنس جائیں گے تو پھر خانقاہوں کی افادیت ختم ہو جائے گی ۔ موجودہ دور میں اس کے بڑے گہرے اثرات بھی نظر آ رہے ہیں۔ مادیت کے طوفان نے روحانیت اور تصوف کے مراکز کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔ سجادگان کی توجہ سائلین کے باطن کی بجائے مال پر زیادہ ہوتی ہے۔ خواجہ غلام نظام الدین کی جرات کو داد دینی چاہیے کہ انہوں نے اک خانقاہ سے تعلق ہونے کے باوجود کھل کر طنز کیا ہے:

سجادہ نشینی ہے زر اندوزی کا چکر
بیعت ہے رواب کسی سجادہ فگن سے(9)

اپنے بھائیوں کے مشاغل پر تبصرہ بڑے ہی اچھوتے انداز میں کیا۔ ان کے بھائی خانقاہ میں بیٹھ کر لوگوں کو تعویز اور دم دورد کرتے تھے۔ ان کے پاس مخلوق خدا اپنی مشکلات لے کر آتی تو وہ انہیں تعویز بنا کر دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کے طور طریقے کو بیان کیا اور ساتھ ہی اپنے ذوق شعر و سخن کا بھی اظہار کیا ہے۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ خانقاہ میں لوگوں کا اتنا ہجوم ان کے بھائی جو سجادہ نشین تھے کے پاس نہیں ہوتا جتنا خواجہ غلام نظام الدین کے پاس ہوتا تھا۔ خانقاہ سے تعلق رکھنے والے سب لوگ ان سے دلی محبت کرتے تھے:

تعویز جان افزاء لکھا کرتے ہیں دو بھائی مرے
تعویز جاں کا ہی مگر لکھتا ہوں میں، یعنی غزل(10)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

انہوں نے اپنی شاعری میں خانقاہ معظم آباد کی تعریف وتوصیف بھی کی ہے۔انہوں نے اپنے فن شاعری پر فخر بھی کیا ہے کہ خواجہ معظم الدین کے خانوادے میں سے انہوں نے ان کے ذوق سخن کو نا صرف زندہ رکھا بلکہ تناور درخت بنادیا۔انہوں نے اس امر کی بھی نشاندہی فرمائی ہے کہ صوفیائے چشت کی روایت یہ ہے کہ وہ شعر ادب سے گہرا شغف رکھتے تھے۔وہ اسی ذوق شعر کو آگے بڑھارہے ہیں۔بلاشبہ خانقاہ معظم آباد کا علمی وادبی حلقوں میں تعارف خواجہ غلام نظام الدین کی شخصیت اور شاعری کی بدولت ہی ہوا تھا۔اس لیے ان کا یہ دعوی حق بجانب نظر آتا ہے۔انہوں نے اپنے اشعار میں اپنے جد اعلیٰ خواجہ معظم الدین سے محبت وعقیدت کا بھی اظہار کیا ہے:

اپنے فن پر نازاں نظر آتے ہیں
جناب خواجہ معظم کے خانوادے میں
نظام خانقہی برقرار مجھ سے ہے
فیوض دور معظم کی تابشوں کا نظام
خدا کے فضل سے، نصف النہار مجھ سے ہے(11)

خواجہ غلام نظام الدین طبعیت کے سخی تھے۔ان کے مزاج میں فراخی وافر تھی۔وہ کسی بھی شخص کو نقصان پہنچانا تو دور کی بات اس کے ساتھ برا سلوک کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ان کا تعلق ایسے لوگوں سے تھا جو زمانہ سازی کے سارے ہنر جانتے تھے۔اپنے من کی اداسی کو الفاظ کا پیرہن عطا کیا ہے:

طبعاً میں بت شکن ہوں تو رسما مرید ہوں
میں بٹ چکا ہوں دو متضاد انتہاؤں میں
اب تک زمیں پہ قیدی شمس وقمر ہوں میں
دم گھٹ گیا مرا انہی باسی فضاؤں میں(12)

باطنی حرارت اور قلبی وراد ت کو اشعار میں بیان کرنے کا ان کو سلیقہ آتا تھا۔انہوں نے اپنی ذات کو پہچان کو اپنا مطمع نظر بنائے رکھا۔تصوف کی بنیاد ہی اپنی ذات کی پہچان ہے۔صوفیاء کے ہاں سب سے پہلے اپنی ذات کے عرفان کا شعور دیا جاتا ہے، جس شخص نے اپنے آپ کو پڑھنا سیکھ لیا اس نے زمانے بھر کا علم بھی حاصل کر لیا اور راز زندگانی بھی پالیا۔اپنی ذات پر توجہ دینا سب سے مشکل کام ہے۔صوفی شعراء اپنے من کی پہچان کو ہمیشہ موضوع بناتے آئے ہیں۔اس ضمن میں خواجہ غلام نظام الدین کا منفرد لہجہ بھی قابل دید ہے :

باہر نہ اتنا پھیل، کبھی خود میں جھانک لے
بڑھ کر کوئی پناہ نہیں اس پناہ سے(13)

دنیاداری اور اس کے تقاضوں کو نبھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔انہوں نے تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ کاروبار شروع کرنا چاہا تو دوست، احباب نے منع فرمایا کہ آپ کا مزاج نہیں ہے آپ اس کام کے لیے نہیں بنائے گے۔خواجہ غلام نظام الدین نے اپنے مزاج کے برعکس کام شروع کر دیا۔ کاروبار میں نقصان ہوا تو یہ شعر ان کے حالات کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے:

دولت ان کا خدا ہے اور ہمیں
اس خدا کی تو جستجو ہی نہیں(14)

ان کی شاعری ریاکاری اور مرصع سازی سے پاک نظر آتی ہے۔ان کی شاعری میں کلاسیکی رچاو نظر آتا ہے۔ان کی غزل جمالیاتی ذوق اور رومانی رنگ میں لپٹی دکھائی دیتی ہے اور اظہار ذات کا بہترین ذریعہ نظر آتی ہے۔تصوف وعرفان اور معرفت کے گہرے نکات کو اپنے اشعار میں نگینوں کی طرح جڑتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

سن سن کے لوگ منہ مرا یوں دیکھنے لگے

جیسے مرا کلام گذشتہ صدی کا تھا

سخن وہی ہے بڑھے جس سے درد دل کی کسک

سخن وہ کیا کہ ہو جس میں نصیحتوں کا شمول(15)

آنکھوں کی ورادت محبت میں اپنا لطف رکھتی ہے۔اردو کے شعرا نے آنکھوں کی اثر پذیری اور محبوب کی آنکھوں پر بہت سے اشعار کہے ہیں۔عاشقوں کی زندگی کا حسن محبوب کی آنکھوں سے کشید کیا جاتا ہے۔آنکھیں محبت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔خواجہ غلام نظام الدین کا جمالیاتی ذوق اپنے جوبن پر ہی رہا ہے۔انہوں نے اپنے طالب علم وزیر سے ٹوٹ کے محبت کی اور اسکا برملا اظہار بھی کیا۔وہ محبت کے اظہار میں کسی کے طعن وملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔انہوں نے اسی جوان لڑکے وزیر کی آنکھوں کی کیا خوب صورت منظر کشی کی ہے:

تجھ کو تری آنکھوں کی قسم ہے مرے ساجن

مجھ کو کبھی آنکھوں کے دریچوں سے بلالے(16)

قطعہ کہنے میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ان کے قطعات میں حسن کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔انہوں نے دو آنکھوں کو دو مقالے کہا ہے۔اس سے اشعار کا لطف دوبالا کیا ہے۔انہوں نے محبوب کی آنکھوں کی خماری اور جادو گری کو ہستی و مستی کا کہہ کر اپنے محبوب کی آنکھوں کو امر کر دیا ہے:

آنکھیں ہیں تری ہستی و مستی کے خلاصے

یا قدرت وندرت کے محقق دو مقالے

یا عالم بالا کے ہیں سو شاہد عادل

یا جو پہر اولیٰ کے مسلم دو حوالے(17)

ان کی شاعری میں وجودیت اور تصوف کے مسائل پر بھی بکثرت اشعار ملتے ہیں۔ان کی غزلوں کے مطلع سے لیکر مقطع تک اسرار و رموز اور سوز و مستی کی فضا نظر آتی ہے۔انہوں نے عرفان اور حقیقت کی تلاش میں ساری زندگی صرف کر دی۔وہ اک سالک بن کر اپنے مالک کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔ان کی زندگی تضادات سے خالی تھی۔ان کی انسان دوستی کی شہرت تھی۔ان کی شخصیت کو اگر پرکھا جائے تو ہر طرح سے نیاز نگ اور نیاز اویہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں روایتی تصوف کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کے عرفان کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

اے رحمت دو جہاں کرم کر

بندہ ترا واپس آ چکا ہے

ایک حیرانی سی ہے اس مرحلے میں راہبر

جا رہا ہوں میں کدھر، پوچھوں کہاں کا فاصلہ(18)

ان کی اردو و فارسی شاعری انسانی جذبات کی بہترین عکاس ہے۔انہوں نے اپنی شاعری میں اپنے جمالیاتی ذوق کی خوب نمود و نمائش کی ہے۔خواجہ غلام نظام الدین بنیادی طور پر رومانوی مزاج کے مالک تھے اور ان کی شاعری بھی رومانیت کا مرقع نظر آتی ہے۔انہوں نے حسن اور اسکے لوازمات کو اپنی شاعری میں بڑی جگہ دی ہے۔کبھی کبھی تو ان کی شاعری پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دلی کے لب و لہجے کا مالک شاعر اپنے قبیلے سے بچھڑ کر معظم آباد پہنچ گیا ہے۔ان کے اشعار میں میر و درد کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ان کے شعری مزاج کو ریاض حسین راہی نے بیان کیا ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"اگران کی شاعری کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے توان کی غزلوں میں میر کا سوز و گداز بھی ہے اور خواجہ میر درد کا تصوف آمیز لہجہ بھی، جرات وانشاء کی معاملہ بندی بھی ہے۔اختر شیرانی کی شاہد پرستی بھی۔لیکن وہ کسی ایک شاعر کے سانچے میں مکمل طور پر نہیں ڈھلے بلکہ انہوں نے اپنے وقت کے بہترین اساتذہ فن سے بقدر ظرف استفادہ کیااور اپنے دائرہ سخن کو وسعت اور جامعیت سے ہم کنار کیا۔" (19)

ان کے اشعار کو پڑھ کریوں محسوس ہوتاہے کہ ان کو جدت طرازی سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ وہ اردو اور فارسی شاعری کی کلاسیکی روایتوں کی پاسداری میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔انہوں نے اپنے اردو دیوان کی ترتیب جس انداز میں کی ہے وہ بھی ان کی تاریخی شعری روایت سے شناسائی کا پتہ دیتی ہے۔ان کی ذاتی زندگی میں بھی وہی بزرگوں والاانداز ملتا تھا۔انہوں نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے غزل کو چناہے۔انہوں نے غزل کی مروجہ روایات کو مکمل طور پر اپنی شاعری میں برتاہے۔

ان کی شعری پختگی اور غزل گوئی سے محبت کی جانب ڈاکٹر فخر الحق نوری نے ان الفاظ میں اشارہ کیاہے:

"جہاں تک "شاخ گل" میں شامل خالص غزلوں کا تعلق ہے۔ان میں سے اکثر وبیشتر مستحب کو بھی واجب کادرجہ دیا گیاہے۔یہی وجہ ہے کہ غالب اکثریت مردف غزلوں کی ہے،یہی معاملہ مطلع و مقطع کا بھی ہے۔نظام کے ذہن کی کلاسیکیت اس سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان کا منجھا ہوالب ولہجہ،اردو اور فارسی کے امتزاجی رنگ سے مزین الفاظ و تراکیب کا انتخاب اور مصرعوں میں ان کی تربیت و ترکیب،تشبیہات واستعارات کا ذخیرہ اور ان سے ابھرنے والی جمالیات،سب میں روایت کی گونج صاف سنائی دیتی ہے۔"(20)

حوالہ جات:

1۔ غلام نظام الدین،پروفیسر،شاخِ گل،لاہور:المعارف پریس، ص،۶۲

2۔ مرید احمد چشتی،فوذالمقال فی خلفای پیر سیال،ج ،کراچی:انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ، ص،۶۴

3۔ سہ ماہی مجلہ شبیہہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر،جنوری تا ستمبر ،لاہور، ص، ،

4۔ ص، ،

5۔ سہ ماہی مجلہ شبیہہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر،جنوری تا ستمبر ،لاہور، ص،

6۔ ص،

7۔ ص،

8۔ ص،

9۔ ص،

10۔ ص،

11۔ ص،

12۔ ص،

13۔ غلام نظام الدین،پروفیسر،شاخِ گل،لاہور:المعارف پریس، ص،

14۔ ص،

15۔ ص، ،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

16۔ سہ ماہی مجلہ شبیہہ، خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری تا ستمبر ،لاہور، ص،

17۔ ص،

18۔ غلام نظام الدین، پروفیسر، شاخِ گل، لاہور: المعارف پریس، ص، ،

19۔ ریاض حسین، راہی، سہ ماہی مجلہ شبیہہ، خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری تا ستمبر ،لاہور، ص،

20۔ فخر الحق نوری، ڈاکٹر، سہ ماہی مجلہ شبیہہ، خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری تا ستمبر ،لاہور، ص،